اور عضو کو مس کرنا مباح ہے اس پر تھوڑی دیر بحث رہی، اور آخر مولانا سہول صاحب نے غالبًا اپنے قول سے رجوع تو نہیں کیا مگر خاموش ہو گئے، اور مولانا عرفان اور مولانا صدیقی نے اپنا کام جاری رکھا۔

اصل بات یہ ہے کہ علمار کے ہمیشہ دو طبقے رہے ہیں (۱) ایک وہ جو درس و افتار کی چہار دیواری اور ظواہر احکام کے حصار میں مقید و محدود رہے اور عوامی زندگی سے کبھی کوئی واسطہ نہیں رکھا اور ملکی و قومی مسائل کو سیاست کا نام دے کر ان سے مجتنب اور دامن کشاں رہے۔ (۲) ان کے برخلاف ایک دوسرا طبقہ تھا جو علم و فضل اور تقویٰ و طہارت کے اعلیٰ اوصاف سے مزین ہونے کے ساتھ ملکی و قومی مسائل و معاملات اور عوام کی زندگی سے دلچسپی لینے کو اپنا دینی وظیفہ سمجھتا تھا ظاہر ہے ایک انسان سب سے الگ تھلگ گوشۂ تنہائی میں زندگی بسر کرتا ہے تو معاشرتی مسائل کے بارے میں اس کا نقطۂ نظر تنگ اور کوتاہ بینی کے صید زبوں ہوتا ہے لیکن جو شخص سوشل لائف کا عادی ہے اس کے نقطۂ نظر میں توسع ہوتا ہے جسے عام اصطلاح میں روشن خیالی کہتے ہیں۔ یہی وہ فرق و امتیاز ہے جو معاشرتی مسائل کے متعلق علمار کے مذکورہ بالا دو طبقوں کے طریق فکر و نقطۂ نظر میں پایا جاتا ہے۔

دوسری اور تیسری صدی ہجری میں محدثین کرام اور عراق کے ائمہ و علمائے عظام کے درمیان جو نہایت شدید کشمکش اور آویزش باہم پیدا ہوئی اس کے معاشرتی اقتصادی اسباب کیا تھے؟ اور ان اختلافات کو اسلامی تہذیب و تمدن کی تشکیل و تعمیر خاص میں کس حد تک اور کتنا دخل ہے؟ تاریخ اسلام کے ایک محقق و مبصر پر پوشیدہ نہیں۔ لیکن یہ دور کی بات ہے۔ تاریخ کی بھول بھلیوں میں کیوں جائیے۔ ذرا خود عصر حاضر کا ایک جائزہ لیجئے۔

حضرت شیخ الہند نے مکتبۂ فکر ولی اللہی کے محقق اور اعلیٰ ترجمان کی حیثیت سے ملک کی

سیاست سے دلچسپی لینی شروع کی اور استخلاص وطن کی غرض سے ایک عظیم انقلابی تحریک کی تاسیس کی تو ظاہر ہے ایسی کوئی تحریک برادران وطن کے اشتراک و تعاون کے بغیر پروان نہیں چڑھ سکتی تھی چنانچہ آپ نے یہ تعاون حاصل کیا اور اس میں اپنی وسعت قلب کا اظہار یہاں تک فرمایا کہ کابل میں جو عارضی حکومت اس تحریک کے ماتحت بنی اس کا صدر راجہ مہندر پرتاپ کو بنایا گیا۔

ارباب مدرسہ و خانقاہ کی غیرت و حمیت کے برخلاف ایک عظیم انقلابی رہنما ہونے کے باعث حضرت شیخ الہند کے فکر و نظر میں کتنا توسع پیدا ہو گیا تھا۔ اس کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ جب ایک مرتبہ کسی نے کہا: حضرت! آپ الہلال اس ذوق و شوق سے پڑھتے ہیں، حالانکہ اس میں تصاویر ہوتی ہیں اور اس کا ایڈیٹر (مولانا ابوالکلام آزاد) متشرع بھی نہیں ہے تو حضرت شیخ نے فوراً شعر پڑھا:

کامل اس فرقۂ زہاد سے اٹھا نہ کوئی،
کچھ ہوئے تو یہی رندانِ قدح خوار ہوئے!

اور پھر فرمایا: میں الہلال کیوں نہ پڑھوں یہ پہلا رسالہ ہے جس نے ہم کو جہاد کا سبق یاد دلایا ہے جو ہمارا فریضہ تھا اور ہم اسے بھول چکے تھے۔ ایک مرتبہ اسی قسم کا کوئی تذکرہ تھا کہ حضرت شیخ نے ذوق کا یہ شعر کسی قدر تصرف کے ساتھ پڑھا:

ذوق جو مدرسوں کے بگڑے ہوئے ہیں مُلّا
ان کو مئے خانہ میں لے آؤ سنور جائیں گے

اسی تحریک کا داعیہ و اثر تھا کہ حضرت شیخ کے تلامذہ و مسترشدین خصوصی تحریک آزادی میں برادران وطن سے دوش بدوش اور کانگریس کے ساتھ رہے وہ فعال ممبر کی حیثیت سے کانگریس کے جلسوں میں شریک ہوتے اور اس کے پروگرام پر عمل کرتے تھے حالانکہ ان جلسوں میں قومی ترانہ گایا جاتا تھا جس کے لئے کھڑا ہونا ضروری تھا جھنڈے کی سلامی بھی ہوتی تھی، مجمع میں عظیم اکثریت غیر مسلموں (خدا ناشناسوں اور کمیونسٹ وغیرہ) کی ہی ہوتی اور پھر مردوں کے ساتھ خواتین کی بڑی تعداد

بھی شریک جلسہ ہوئی تھی۔ ہر شخص کو معلوم ہے علمار تھانہ بھون، سہارن پور ان چیزوں پر چیں بجبیں اور معترض تھے لیکن کیا تقویٰ و طہارت انابت الی اللہ اور دینی حمیت و غیرت میں حضرت شیخ الہند، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا مفتی کفایت اللہ مولانا محمد سجاد بہاری اور مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہاروی وغیرہم ان حضرات میں سے کسی سے کم تھے، ہرگز نہیں۔

بہر حال یہ دو طبقے علمار میں شروع سے رہے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے اور اسلام کی تخصیص نہیں بلکہ ہر مذہب اور ہر تحریک میں یہ دونوں طبقے موجود ہوتے ہیں ایک کا نام قدامت پرست (ORTHODOX) ہوتا ہے اور دوسرا طبقہ ترقی پسند (PROGRESSIVE) کہلاتا ہے دار العلوم دیوبند کے اجلاس صد سالہ کے سلسلے میں مسز اندرا گاندھی کی شرکت پر جو اختلاف ہندوستان میں بہت کم اور پاکستان میں زیادہ زور پر ہوا وہ درحقیقت ان ہی دو طبقوں کے فکرونظر اور زاویۂ نگاہ کا اختلاف تھا ہم کہتے ہیں کہ اگر ایک طبقہ کو اعتراض ہے اور یہ اعتراض خالص دینی جذبہ سے ہے تو ہم اس کی قدر کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی اس طبقہ کو باور کرنا چاہیئے کہ وہ دین کا اجارہ دار نہیں ہے۔ دوسرا طبقہ بھی دین کی فہم اور اس کا ادراک وشعور رکھتا ہے اور اسے حق ہے کہ اس کے مطابق فیصلہ اور عمل کرے، واللہ خبیر بما تعملون۔

ہم بھی دشمن تو نہیں ہیں اپنے
غیر کو تجھ سے محبت ہی سہی